قطبِ مدراس

حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساویؒ

المعروف بہ

حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ (میلاپور، مدراس)

کی علمی، ادبی، دینی اور روحانی خدمات

فقیر و خادم وے۔ پا۔ رزاق پاشاہ چشتی قادری

المعروف بہ

کاوش بدری بی۔ اے

(انّا یونیورسٹی، مدراس ۲۵ تمل ناڈو۔)

★

۱۹۸۳

مجلسِ اہلِ راز، مدراس

قطبِ مدراس

حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساویؒ

المعروف بہ

حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ (میلاپور مدراس)

کی علمی، ادبی، دینی اور روحانی خدمات

• فقیر و خادم وے۔پا۔ رزّاق پاشہ چشتی قادری

المعروف بہ

کاوش بدری بی۔اے

(انّا یونیورسٹی، مدراس ۲۵ تمل ناڈو۔)

★

۱۹۸۳

مجلسِ اہلِ راز، مدراس

ضابطہ :

طبعِ اوّل : 1983

تعداد : دو ہزار

مطبع : عذرا پرنٹرس 326 ٹریپلیکین ہائی روڈ، مدراس 600005

ہدیہ : دو روپے

حقوق : جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

مصنف کا پتہ : کاوشؔ بدری، سی ڈی سی، انّا یونیورسٹی، مدراس 600025

کتابت : خطیب عبدالجبار صاحب وانمباڑی، ۵۔ فیروز صاحب اسٹریٹ مدراس ۵

تاریخِ اجراء : ۲ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۸۳ء بروز شنبہ

بہ موقعہ عرس حضرت دستگیر صاحب ساوی قبلہؒ

ملنے کے پتے : (۱) گوہر بک ڈپو، ٹریپلیکین ہائی روڈ، مدراس ۵

(۲) اسلام اینڈ دی ماڈرن ایج سوسائٹی

جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

(۳) دفتر درگاہ حضرت دستگیر صاحب قبلہ ساویؒ

۵۰۔ ڈاکٹر نٹیسن روڈ، مدراس ۵

(۴) مجلسِ اہلِ راز، ۲۶ امیر النساء بیگم اسٹریٹ مدراس ۲

حاجتِ محتاج در درگاہِ تو موجود ہست

کس نہ رفت از آستانت نا شدہ مقصود یاب

(محمد نجیب رح)

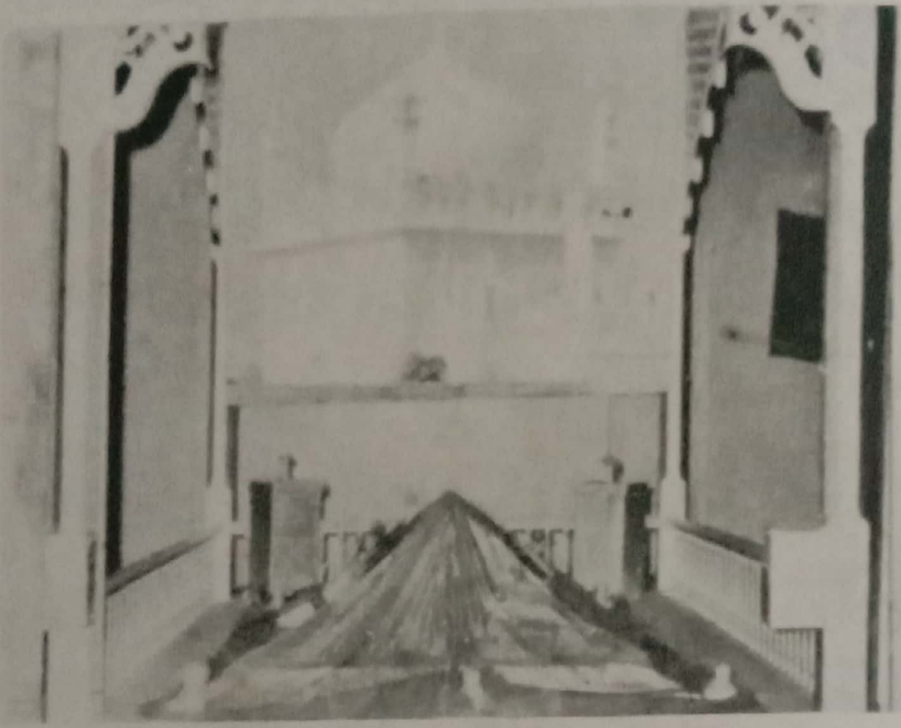

گر ہمی خواہی بہ عقبیٰ اے برادر سروری

بالیقیں یابد نجات و گردد اے اہلِ بہشت

باش در دنیا کلابِ آستانِ قادری

ہر کہ او باشد محبِّ خاندانِ قادری

Scanned with CamScanner

اکتسابِ نور :

(۱) شیخِ کامل، عارفِ واصل معرفت دستگاہ حقیقت آگاہ حضرت خواجہ حبیب اللہؒ شاہ چشتی قادری نقشبندی سہروردی خلیفۂ سلاسلِ اربعین نائب سید المرسلینؐ مدظلہٗ و دام فیضہٗ (ٹمل ناڈو)

(۲) پیشوائے طالبین، رہنمائے سالکین طریقت پناہ مفسرِ قرآن وحدیث ماہرِ مولانا رومؒ، شمس العلماء حضرت علامہ شاہ غلام احمد کلیمی چشتی قادری مدظلہٗ العالی ساکن حیدرآباد

★

انتساب

عالی جناب محمد امیر صاحب

(مالکِ یادگار ہوٹل مدراس، یادگار لاڈج اور یادگار ٹراولس)
صدر مینیجنگ کمیٹی درگاہِ دستگیر صاحب قبلہؒ و مسجد و قبرستان جن کی پُرخلوص کوششوں سے درگاہِ شریفِ حضرت مخدوم عبدالحق ساوی قادریؒ المعروف بہ دستگیر صاحب قبلہ قدس اللہ سرہٗ العزیز ایک تاریخی، علمی ادبی اور روحانی قدروں کا مرکز بنتی جارہی ہے اور جنکی گرانقدر توجہ سے یہ کتاب منظرِ عام پر آئی ہے۔

پیش لفظ

ڈاکٹر نجم الہدیٰ
پروفیسر و صدر، شعبۂ اُردو و فارسی و عربی
مدراس یونیورسٹی، مدراس

زبان اظہارِ ما فی الضمیر کا موثر ترین ذریعہ ہے اور اسی لئے ہر تحریک، ہر مذہب اور فکر و فلسفہ کی ہر صورت نے کسی نہ کسی زبان کو اپنی جلوہ گاہ بنایا ہے۔ مبارک ہیں وہ زبانیں جن میں انسانی ذہن و فکر، قلب و روح اور علم و عمل کے لئے روشنی و رسائی، آسودگی و طمانیت اور فروغ و نجات کا سرمایہ موجود ہے۔ مشرقی زبانوں میں عربی اور فارسی کے ساتھ اُردو کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے اوّل الذکر دونوں زبانوں کے افکار و انوار کو اپنے دامن میں جگہ دینے کے علاوہ خود بھی انھیں خطوط پر انھیں جہتوں میں پیش رفت کی ہے۔ علومِ دو جہان اور عرفان و وجدان کی متعدد حقیقتیں اور منزلیں اس زبان کی بدولت بھی روشن اور طے ہوئی ہیں۔ ہندوستان جنت نشاں میں اہل اللہ نے زبانِ اردو کو عوام کے قلوب تک رسائی کے لئے اظہار کے موثر ترین ذریعہ کے طور پر انتخاب فرمایا اور اس طور پر وہ اس زبان کو اپنے ملفوظات و ارشادات سے مالا مال کرتے رہے۔

جنوبی ہند کے اس خطّے میں جو سابق صوبجات کرناٹک، پھر صوبۂ مدراس اور عہدِ حاضر میں ریاستِ تمل ناڈو کے نام سے موسوم ہوا، صوفیائے کرام نے اُردو کو نوازا اور ان میں سے متعدد بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اس علاقے میں اُردو شاعری انھیں کے زیرِ سایۂ روحانیت نشو و نما پاتی رہی۔ حضرت سید شاہ ابوالحسن قربیؒ کے فرزندِ ارجمند حضرت سید شاہ عبداللطیف ذوقیؒ

کی ثنویاں "عقائدِ ذوقی" اور "غوث نامہ" آج تک اردو شاعری کے قابلِ فخر کارنامے ہیں۔ میر فیاض علی ولی ویلوری، ملک الشعراء میر اسمٰعیل ابجدی مدراسی، مرزا علی بخت اظفری گورگانی ثم مدراسی (تلمیذ میر تقی میر) سید محمد والہ موسوی، مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری اور دیگر متعدد شعراء و ادباء جن میں سے بعض دیگر مقامات سے آکر یہاں گیسوئے اردو میں شانہ کرتے رہے (مثلاً اظفری و والہ) سبھی اردو شعر و ادب کے علاقائی نگہبانوں اور محسنوں میں شمار ہوتے ہیں۔

اردو شعر و ادب کے بیش بہا نوادر مخطوطات اور فراموشیدہ مطبوعات ہنوز مدراس اور تمل ناڈو کے سرکاری اور نجی کتب خانوں میں بعالمِ کس مپرسی دعوتِ تحقیق و جستجو دیتے ہیں، مگر ان کی وضاحتی فہرست تو کجا کوئی ایک باقاعدہ اور مکمل فہرست بھی مرتب و مدوّن نہ ہو سکی اور ان سے استفادہ بجائے خود جوئے شیر لانا ہے۔ انھیں نوادر میں اولیاء اللہ کے کارنامے بھی نظروں سے اوجھل ہیں۔ تمل ناڈو کی اُردو زبان و ادب کی تاریخ کے مختلف حصے مدراس یونیورسٹی میں شعبۂ عربی و فارسی و اردو کے زیرِ نگرانی تحقیق کی روشنی میں آچکے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:-

(۱) "عہدِ والاجاہی کے تین شعراء، شاکر، پرتو اور ایمان کے شعری کارناموں کا تنقیدی جائزہ" (۲) "نواب غوث خان اعظم کے عہد میں اردو زبان و ادب کا ارتقا" (۳) "تمل ناڈو میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء ۱۹۰۰ء سے ۱۹۵۰ء تک" (۴) "تمل ناڈو میں اردو کی نعتیہ شاعری ۱۹۰۰ء سے ۱۹۸۰ء تک" (۵) "تمل ناڈو میں اردو مثنوی کا ارتقاء ۱۹۰۰ء سے ۱۹۸۰ء تک" (۶) "قاضی بدر الدولہ حیات اور کارنامے" (۷) "افضل العلماء ڈاکٹر عبد الحق - حیات اور کارنامے"

لیکن ابھی اس سلسلے کے بہت سے کام باقی ہیں۔ برادرم کاوش بدری طول اللہ عمرہٗ ایک بہت بڑا کام اس سلسلے میں انجام دے رہے ہیں۔ ترقی اردو بورڈ، منسٹری آف ایجوکیشن اینڈ کلچر، گورنمنٹ آف انڈیا، نئی دہلی کی جانب سے انھیں تمل ناڈو کی تین سو سالہ ادبی تاریخِ اردو لکھنے کا کام سونپا گیا ہے۔ خدا کرے وہ اسے بحسن و خوبی تکمیل تک پہنچائیں ــ کاوش صاحب اردو دنیا میں محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ "شہر دھانجلی" "مثنوی قبلہ نما" اور "کاویم" کی تخلیق کرنے والے کی حیثیت سے مشہور ہونے کے علاوہ اُردو غزل کی دنیا میں بھی معتبر و معروف ہیں۔ متعدد کتابوں مثلاً "رنگ برنگ" "رگِ سنگ" وغیرہ کے مرتّب، ماہنامہ "فن کار" اور "منزل" کے مدیر، انجمن ترقی پسند مصنّفینِ اُردو تمل ناڈو کے جنرل سکرٹری اور ایک دلآویز شخصیت کے مالک کاوش بدری راہِ معرفت و سلوک کے بھی سالک ہیں۔

ان کے انھیں ادبی و مذہبی اوصاف نے انھیں مدراس کی ایک عظیم روحانی شخصیت حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساوی قادری المعروف بہ دستگیر صاحبؒ میلاپوری پر قلم اٹھانے کے لئے مجبور کیا ہے۔ اہل اللہ سے دلی لگاؤ، ادب نوازوں سے والہانہ محبت، خلوص و سادگی اور شعر و ادب سے کسی درجے میں بھی تعلق رکھنے والی شخصیتوں پر مر مٹنے کے عناصرِ اربعہ سے جو پیکر قدرت نے تراشا ہے، اس کا نام ہے کاوش بدری ــ اگر انھوں نے اس علاقے کی عظیم شخصیت کو اپنا موضوع قرار دیا ہے تو یہ ان کے انھیں عناصرِ اربعہ کا تقاضا ہے۔ مجھے یقینِ واثق ہے کہ اہلِ نظر اور اہلِ دل اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور کاوش صاحب کی اس ریاضتِ فکر و خامہ کا ثمر انھیں دونوں جہانوں میں ملے گا۔ اس سے پہلے بھی کاوش صاحب کی نثر نگاری اور تنقیدی مساعی اُردو دنیا میں خراجِ توجہ حاصل کر چکی ہیں، یہ تصنیف یقیناً ان میں اضافہ ہے۔

مدراس 1-4-1983

قطبِ مدراس

فقیر کاوش بدری چشتی قادری
سی ڈی سی، اناّ یونیورسٹی
مدراس ۲۵

حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساوی قادری نقشبندیؒ
المعروف بہ دستگیر صاحب قبلہؒ (میلاپور، مدراس)

تمل ناڈو میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تہذیب و تزکیۂ نفس کا سامان بھی شروع سے فراہم تھا۔ یہاں نظامِ درس گاہی اور نظامِ خانقاہی تقریبًا تین سو سال سے دو الگ الگ خطوط ہی پر رواں دواں تھے اور ہیں۔ حالانکہ مدرسہ و خانقاہ، استاد اور مرشد، شاگرد و مرید اور مولوی و صوفی کبھی ایک نہیں ہوئے مگر دونوں کا سلسلۂ سند حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر منتہی ہوتا ہے۔ صوفیوں نے خانقاہوں کا دستور العمل صرف اس بنیاد پر تیار کیا تھا کہ عوام کو اخلاقی اور روحانی درس کتابوں کی بجائے عمل سے دیا جائے۔ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہٗ العزیز نے فرمایا ہے کہ علماء جو کچھ زبان "سے کہا" کرتے ہیں مشائخ اسی کو اپنے عمل میں "دکھاتے" ہیں۔

تمل ناڈو میں اولیائے کرام اور صوفیا کی باطنی تعلیمات کی جڑیں اس قدر گہری چلی گئی ہیں کہ یہاں مہینوں کے اکثر نام بھی اولیاءِ کرام کی سالگرہ اور عرسِ شریف سے موسوم ہیں۔

علماء اور صوفیاء میں فرق: قطبِ دو عالم حضرت مرشدنا وہادینا دمولانا خواجہ حبیب اللہ

شاہ نائب رسول اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ علما اور صوفیا، اہلِ ظاہر اور اہلِ باطن ایک ہی طریق پر چلتے ہیں مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اہلِ ظاہر کتاب وسنت کے صرف تشریعی پہلو پر قانع اور مطمئن ہو جاتے ہیں اور اپنی اس دانست کے مطابق اس کی تشریح میں عمریں گذار دیتے ہیں اور لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ وہ اس خدمت میں خلوص رکھتے ہیں اس لئے اللہ جل شانہٗ کے ہاں اجرِ عظیم کے مستحق تو ہیں مگر ان پر عرفانِ الٰہی، تجلیاتِ ربانی اور کمالاتِ روحانی منکشف نہیں ہوتے۔ کتاب وسنت سے زہد وتقویٰ کا علم حاصل کرنا اور چیز ہے اور اسی کو ایک مردِ خدا یعنی عارفِ کامل کی عملی حالت سے اخذ کرنا اور بات ہے۔ صورتِ اوّل قال ہی قال ہے اور خالی ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ کئی علمائے کرام شریعت کے تمام اوامر ونواہی کا علم تو رکھتے ہیں مگر وہ رذائلِ نفسانی سے ہرگز پاک نہیں۔ علماء علم میں تو مسلّم ہیں۔ امر ونواہی کی تبلیغ کے پورے پورے پابند ہیں مگر رذائلِ نفسانی مثلاً غصہ، حسد، غرور، حرص، شہرت، شہوت، ریا اور بخل سے ہرگز محفوظ نہیں۔ علما کی انہیں بے راہرویوں کے ازالہ کے لئے ہندوستان میں اولیائے کرام اور مشائخین نے علم کے مقابلے میں عمل، عقل کے مقابلے میں فضل اور جذبہ کو اور قال کے مقابلے میں حال کو مقدم قرار دیا۔

عہدِ رسالت میں اور عہدِ صحابہ میں ہر مسلمان اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ تھا۔ اس زمانے میں نہ شریعت وطریقت کا سوال اٹھتا تھا نہ مولوی اور صوفی کا۔ اس وقت شریعت وطریقت کا بس ایک ہی نام تھا اور مولویت وصوفیت بھی ایک ناقابلِ تقسیم اکائی تھی۔ زمانۂ نبوّت سے جس قدر دوری ہوتی گئی اسی قدر اسلامی فتوحات کا دائرہ بھی وسیع تر ہو گیا اور اسلام کی بنیادی خصوصیات میں بھی ایک کمی سی آتی گئی۔

مسلمانوں کی زیادہ تر توجہ وسعت فتوحات اور مال و زر کے پیش نظر نفس کے جہاد سے ہٹ کر جہاد بالکفار پر مرکوز ہوگئی جس کے نتیجے میں علمائے ظاہر و باطن کے دو گروہ مسلمانوں میں پیدا ہوگئے۔ علمائے باطن کے ہاں صحیح معنی میں عمل بالحدیث اگر تھا تو وہ تصوّف میں تھا مگر علمائے ظاہر کی رسائی صرف ظاہر اور صورت تک محدود رہی اور وہ اپنے محدود دائرہ میں اپنی مولویت کی شان کو برقرار رکھنے کے لئے صوفیائے کرام کی تکفیر بھی کرنے لگے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک نماز کی صحت اور تکمیل کے لئے حضورِ قلب شرط ہے مگر علما کی فقہ کی کتابوں میں کہیں بھی یہ شرط مذکور نہیں ہے مگر اس کے برعکس وضو اور طہارت کی شرطیں جا بجا موجود ہیں یہیں سے مولوی اور صوفی کی جنگ کا آغاز ہوا۔ شبیر حسن چشتی نظامی نے "روح تصوّف" (افادات حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ) پر پیش لفظ لکھتے ہوئے ایک جگہ اسی نقص کی طرف یوں اشارہ کیا ہے کہ ___ "علمائے ظاہر کا یہ تعصب سراسر وجاہت پسندی اور اطاعتِ نفس کا نتیجہ تھا۔ ضرورت تھی کہ اسلامی تعلیم کے مقتضیات کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی غلط روش کو ترک کر دیتے مگر وہ ایسا کب کرنے والے تھے"

۲۔ علمائے باطن اور دنیائے تصوّف کے بڑے ناموں میں قطبِ جنوب حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساوی‌ؒ قادری نقشبندی بیجاپوری ثم میلاپوری مدراسی المعروف بہ دستگیر صاحب قبلہؒ کا نامِ نامی بھی سرِفہرست ہے۔ موصوف کی عظمت کا اندازہ اسی سے ہوجاتا ہے کہ خاندانِ اقطابِ ویلور دارالسرور (شمالی آرکاٹ، مدراس) کے اکثر علمائے باطن حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کے جانشین اور مرید ہیں۔ اس مقدس خاندان کی چند زندۂ جاوید شخصیتوں نے آج سے تقریباً ڈھائی سو سال پہلے یہاں تمل ناڈو میں ایسی بے مثال شمعِ ہدایت روشن کی تھی کہ آج بھی اہلِ علم

Scanned with CamScanner

کے لئے منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان حضرات کی علمی، ادبی اور دینی خدمات جنوب کے اندر آپ اپنی مثال ہیں۔ انھیں حضرات نے جنوب بھر میں علمِ صحیح کی حقیقی لذتوں اور روحانی اقدار سے اکتسابِ نور کرنے کا گُر سکھایا جن کی عربی، فارسی، دکنی اور اردو تحریر و تدریس سے دکن میں علم و ادب کا چرچا ہوا۔ جنوب میں عربی فارسی اور اردو کے جتنے بھی ماہرین ہیں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ اور ان کے مرید سید شاہ ابوالحسن قربی ویلوریؒ کے شاگرد ہیں۔ حضرت قربی کے صاحبزادے حضرت ذوقی ویلوریؒ نے بھی اس شاندار روایتی سلسلہ کو اوج عروج پر پہنچایا اور حضرت قربی کے نقشِ قدم پر چل کر مختلف فنون و علوم میں اَن گنت نثری اور شعری تصنیفات بطور یادگار چھوڑیں۔ ہر فن پر موصوف کی کم و بیش ڈیڑھ سو تصانیف کتابی اور مخطوطات کی شکل میں مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کے وسیلے اور فیضانِ نظر سے ہر دور میں مختلف علمائے باطن نے عرفانِ ذات و انکشافِ ذات کی یافت کی خاطر اپنے مریدوں کو اس فکر انگیز پیرایہ میں پڑھایا، سکھایا کہ وہ اپنے شیوخ کی متبرک صحبتوں میں کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ ان حضرات کی مطہر زندگیوں سے متاثر ہو کر دیگر مذاہب کے علماء نے بھی ان کا تتبّع کرنا شروع کر دیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند دانشور ہندو حضرات بھی تصوّف میں دلچسپی لینے لگے اور تصوّف کو سمجھنے اور اپنانے کے لئے یہاں کے پنڈتوں، رشیوں اور برہمنوں نے باقاعدہ عربی فارسی اور دکنی اردو زبانوں میں تعلیم بھی حاصل کی اور اس دور کے بزرگوں کی صحبتوں میں رہ کر ان لوگوں نے وسیع تر انسانی زندگی میں حیات و کائنات کے ازلی اور باہمی رشتوں کو استوار کرنے اور آپس میں

اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے کا سلیقہ سیکھا۔ چنانچہ آج بھی ہندوستان کی کُل ریاستوں میں خاص کر تمل ناڈو حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ اور ان کے مریدوں کے صدقے سے ہندو مسلم اتحاد کے لئے مشہور ہے۔

۲۔ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کا نسب نامۂ پدری: دستگیر صاحب قبلہ کے والد محترم حضرت عبدالنبی آغا اپنے وقت کے ایک عظیم تاجر اور مذہبی رہنما تھے۔ ذیل میں موصوف کا نسب نامۂ پدری درج ہے — مخدوم عبدالحق ساوی دستگیر صاحب بن حضرت عبدالنبیؒ آغا بن محمد مخدوم آغا بن ابراہیم عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ — یوسف عادل شاہ سلطنت بیجاپور کا بانی تھا۔ "تذکرۂ اولیائے دکن" میں درج ہے کہ دستگیر صاحب کے بزرگ ترکستان سے ہندوستان آکر قصبۂ میلاپور، چیناپٹن (مدراس) میں مقیم ہوئے۔ ان لوگوں کا پیشۂ آبا سپہ گری تھا۔ بعض مورخین ان کو مغل قوم سے نسبت دیتے ہیں اور بعض ترک سے۔ افضل العلما پروفیسر مولانا حافظ محمد یوسف کوکن عمری نے اپنی شہرۂ آفاق تاریخ Arabic and Persian in Carnatic 1710-1960 میں لکھا ہے کہ دستگیر صاحب قبلہ کی ولادت بیجاپور میں ہوئی تھی اور "ساوی" کے تعلق سے لکھا ہے کہ حضرت دستگیر صاحب قبلہ کے والد عبدالنبیؒ آغا جب ترکستان سے ایک تاجر کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تو عوام نے انھیں ساوا کا باشندہ قرار دیا چنانچہ موصوف کے خانوادے کے ہر بزرگ کے نام کے ساتھ ساوی کا التزام رکھا گیا۔ دستگیر صاحب قبلہؒ کی والدہ کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ آپ کی عمر سات سال کی تھی اور والد کا انتقال بھی موصوف کی عین جوانی کے عالم میں ہو گیا۔ تاحال کسی مؤرخ نے حضرت دستگیر صاحب کے سن پیدائش پر روشنی نہیں ڈالی ہے

والد اور والدہ کے انتقال کے بعد موصوف نے دنیا سے دل برداشتہ ہو کر خدا طلبی کی راہ میں توکل کے ساتھ خانہ بدوشی کی زندگی اختیار کی۔ دورانِ قیام بیجاپور موصوف نے جید علمائے باطن سے عربی اور فارسی کی مکمل تعلیم حاصل کر لی تھی اور مزید علم کے تجسس نے دستگیر صاحبؒ کو نظام آباد کے ایک قصبہ بسنت نگر پہنچا دیا۔ جہاں حضرت ناصر الدین شاہ قادریؒ کے حلقۂ ارادت میں موصوف نے سلسلۂ قادریہ کا خرقۂ خلافت حاصل کیا اور انھیں کی صاحبزادی سے نکاح بھی کر لیا۔ اپنے سسر یا شیخ کی اجازت سے دستگیر صاحبؒ نے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ مکہ اور مدینہ میں قیام کے دوران عالمی ادب کے چند عظیم مفکروں، دانشوروں اور مصنفوں سے آپ کا تعارف ہوا اور ان حضرات نے دستگیر صاحبؒ کی علمی، ادبی اور فکر انگیز صلاحیتوں کا اعتراف کیا۔ ملکِ عرب میں منعقدہ علمی مذاکروں اور فکری مباحثوں میں حصہ لے کر موصوف نے ایسا سکہ جمایا کہ اربابِ علم و فن کے دل و دماغ پر گہرے نقوش مرتسم ہو گئے اور مختلف حلقوں میں آپ کی فکریات کے چرچے ہونے لگے۔

راقم الحروف کے خواجہ تاش بھائی ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال صاحب (مریدِ حضرت مولانا شمس العلما شاہ غلام احمد کلیمی مدظلہ العالی حیدرآبادی) نے اپنی کتاب "مدراس میں اردو ادب کی نشو و نما" میں رقم طراز ہیں کہ دستگیر صاحب قبلہ نے مکہ اور مدینہ میں تین سال تک یادِ الٰہی میں بسر کی پھر حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب الارشاد دکن تشریف لائے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور اپنے مریدوں کو تصوف اور توحید کے اسرار سے آگاہ کیا۔ دستگیر صاحبؒ علوم ظاہری اور باطنی و معنوی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ خاص کر علمِ تصوف میں موصوف

Scanned with CamScanner

کا کوئی ہم عصر ثانی نہ تھا۔ تصوف میں بعض اصطلاحات مثلاً "مسئلۂ غیریتِ حقیقی" آپ ہی کی ایجاد ہے۔

دستگیر صاحب قبلہؒ مدراس میں دستگیر صاحبؒ نے تحصیلِ علم و یافتِ تصوف میں کبھی اغماض نہیں برتا۔ ہندوستان لوٹنے کے بعد بھی آپ نے وطن کی اہم ریاستوں کا دورہ کرکے وہاں کے بزرگوں سے اکتسابِ نور کیا۔ حضرت شاہ سید ابراہیم شہ میرؒ سے موصوف نے عربی زبان و ادب کی گہری تعلیم حاصل کی اور تصوف میں کمال حاصل کیا۔ دستگیر صاحب کے تبحرِ علمی کے تعلق سے سید انوار اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ —— "ایشاں را در علومِ تصوف و حقائق کمال قدرت بود، کسی را مجال نبود کہ پیشِ ایشاں کلامِ حقائق بیان نماید و از یں علم دم زند" (مشکوٰۃ النبوۃ)

حضرت شاہ سید ابراہیم شہ میرؒ کی ہمت افزائی اور دعوت ہی پر دستگیر صاحب قبلہ نے مدراس کی رہائش قبول فرمائی۔ عبد الجبار ملکاپوری کے "تذکرۂ اولیائے دکن" (حصہ دوم ص: ۹۸۷ تا ۹۸۹) میں درج ہے کہ میلاپور مدراس میں اکثر آپ نصف شب میں مرینا بیچ (ساحل مدراس) پر تشریف لیجاتے، تنہائی میں اطمینان و حضورِ قلب کے ساتھ اذکار و اشغال میں مشغول ہوجاتے۔ اس وقت سمندر کی لاتعداد مچھلیاں اور دریائی حیوانات کنارے آجاتے اور دستگیر صاحب قبلہؒ سے بزبانِ حال ہمکلام ہوتے"۔ —— آج بھی موصوف کے چند خوارقِ عادات کے قصے زبان زدِ خاص و عام ہیں۔

دستگیر صاحب قبلہؒ کے پیر: منازلِ سلوک طے کرنے والے بزرگوں میں دستگیر صاحب قبلہؒ کا مقام بہت بلند ہے۔ شیوخ کے فیضانِ نظر سے سرفراز ہونے اور ان حضرات سے اکتسابِ نور کرنے کی لگن موصوف کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ حضرت

ناصر الدین شاہ قادری قدس اللہ سرہٗ اور حضرت سید شاہ ابراہیم شہ میر رحمۃ اللہ علیہ سے دستگیر صاحبؒ نے بہت کچھ حاصل کیا۔ رحمت آباد (نلور۔ آندھرا پردیش) میں حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ قدس سرہ العزیز جیسے شیخ کامل و عارف واصل کے دستِ مبارک پر بیعت سے سرفراز ہونے کے بعد دستگیر صاحبؒ کے جو دہ طبق روشن ہوگئے اور انہیں علم صحیح سے آگاہ ہونے کا مبارک موقعہ نصیب ہوا۔ عام طور پر جس کو علم کہا جاتا ہے وہ علم نہیں ہے'' معلوم ہے۔ معلومات اور چیز ہیں اور علم اور ہے۔ صوفیائے کرام اس کے لئے علم صحیح کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ علم صحیح ایک امّی اور ان پڑھ کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر اس نے کسی عالم باعمل مرشد کامل کی انگلی اس طرح مضبوطی کے ساتھ تھام لے کہ وہ قیامت تک جدا نہ ہو۔ یہ عرفان کتابوں کے مطالعے، معلومات کے خزانوں کی جُز رسی سے حاصل نہیں ہوتا۔ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی صحبتوں میں اس کی یافت بہت آسان ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دستگیر صاحب قبلہؒ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ موصوف نے اپنے پیر کی صحبت میں علم صحیح کے ذائقہ سے آشنا ہو کر اپنی فکریات کو نثری اور شعری کتابوں میں جستہ جستہ پیش کیا اور یوں تقریباً ایک سو سے زائد کتابوں کے وہ مصنف بنے۔

ایک سو کتابوں کے مصنف

اٹھارہویں صدی عیسوی میں حضرت دستگیر صاحب سادیؒ کے فضائل و کمالات کی کرناٹک میں بڑی مقبولیت تھی۔ موصوف کو عربی فارسی کے علاوہ سنسکرت، ہندی، دکنی اور تمل زبانوں میں بڑی قدرت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ یونانی طب اور سائنسی علوم میں بھی موصوف نادرہ ایک عظیم مفکر، سائنسدان اور حکیم سے کم نہیں۔ موصوف کی علمی ادبی اور روحانی قدرت پر مختلف معیاری کتابوں میں صفحے کے صفحے شامل ہیں۔

حضرت محمد نجیبؒ کی شعری تصنیف "کراماتِ قادریہ" میں حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی مدح میں ایک طویل قصیدہ شامل ہے جس کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔ ان اشعار سے ایک سو کتابوں کے علاوہ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی علمی بزرگی، فکری بلندی اور عرفان و آگہی کا پتہ چلتا ہے۔ ؎

مرحبا اے آسمانِ قربیت را آفتاب — وی بدریائے محیطے راز لولوئے خوشاب
چونکہ ہستی بحرِ عرفان و جہانِ معرفت — کردۂ تصنیف در علمِ تصوّف صد کتاب
بے شک اے مخدومِ عالم جملہ تصنیفاتِ تو — گشت مقبولِ خدا و مرسلِ عالی جناب
ہر کتابی را کہ تصنیف از پئے نفعِ ہمہ — کردۂ اے آفتابِ جہل سوزِ علم تاب
ہر بیانِ دلکشِ نغزِ کتابِ خویش را — دادۂ تطبیق با شرعِ رسولِ مستطاب
چوں تصانیفِ تو تصنیفی نکردہ ہیچ کس — ہم نگفتہ ہیچ تصنیفِ ترا لائق جواب
حاجتِ محتاج در درگاہِ تو موجود ہست — کس نہ رفت از آستانت ناشدہ مقصود یاب

حضرت دستگیر صاحبؒ کی جملہ سو کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب بھی کہیں دستیاب نہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں شائع شدہ ہیں اور چند مخطوطات کی شکل میں دیوان صاحب باغ، مدراس کی امانتی لائبریری کے علاوہ تملناڈو کے چند اسلامی مدارس اور کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ان کتابوں میں سے ۲۹ کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) میزان التوحید (بزبان فارسی) یہ کتاب وحدت الوجود پر مشتمل ہے جس کی اشاعت بار بارہوی۔ برہانیہ پریس کے مالک جناب سید برہان الدّین صاحب مرحوم نے اس کتاب کو ۱۳۱۱ھ 1893ء میں شائع فرمایا تھا۔ (۲) رسالۂ اسم اللہ (۳) رسالۂ ولایت (۴) رسالۂ حیات جان (۵) رسالۂ سبحانِ مریدین (۶) رسالہ

قبض و بسط (۷) رسالۂ سماع اور راگ (۸) رسالۂ نسبتی (۹) رسالۂ فیض (۱۰) رسالۂ استغنا (۱۱) عقایدِ صوفیہ (۱۲) تجددِ امثال (۱۳) عصائے موسوی (۱۴) میزان المعانی (۱۵) جوامع الاسرار (۱۶) دیباچۂ مفتاح التفاسیر (۱۷) مفاتیح الغیب (۱۸) غایۃ التمثیل (۱۹) زاد الطالبین (۲۰) حیاۃ السالکین (۲۱) پنج گنج (۲۲) تنبیہ العارفین (۲۳) الطریق القویم فی صراط المستقیم (۲۴) دلیل محکم (۲۵) مکتوب بنام جمال محمد (۲۶) غنیمۃ الوقت (۲۷) محاک المدعی (۲۸) مفتح الکل (۲۹) بیانِ واقع وغیرہم۔ متذکرہ بالا نمبر ۱۲ میں تجددِ امثال کے سلسلے میں اور متذکرہ بالا نمبر ۲۴ یعنی دلیلِ محکم کے سلسلے میں پروفیسر سید فضل اللہ مرحوم نے دیوانِ قربی میں لکھا ہے کہ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کے مرید حضرت قربی ویلوریؒ نے بھی تجددِ امثال کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس میں عینیتِ حقیقی اور غیریتِ حقیقی کا تفصیلی ذکر ہے۔ قربیؒ نے تجددِ امثال کی دو قسمیں بیان کی ہیں جو (۱) لغوی اور (۲) اصطلاحی ہے۔ لغوی مراتبِ خارجی میں ہوتا ہے مثلاً پرانے درخت کو اکھیڑ کر نئے درخت اُس جگہ لگانا۔ تجددِ امثالِ اصطلاحی مثلاً عالم ہر دم عدم کی طرف رواں ہے اور اس کے بدلے میں موجود بھی ہے۔ سرعتِ صنع کی وجہ سے اس کی تمیز نہیں ہوتی مثلاً شعلۂ جوالہ کہ نقطہ کی مثال پر ہے۔ سرعتِ تحریک سے ایک دائرہ نظر آتا ہے یا خطِ دراز وغیرہ حضرت قربیؒ نے دلیلِ محکم کے نام سے دو کتابیں تصنیف کی ہیں جو "رسالۂ دلیل محکم فی بیان توحید الاقوام" اور "رسالۂ دلیل محکم" کے نام سے مشہور رہیں۔ اوّل الذکر تصنیف میں ثبوتِ وجودیہ عبد و سلب آن سے بحث کرتے ہوئے "گلشن راز" کے اشعار نقل کئے ہیں۔ قربیؒ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ نہ حق بندہ ہوا اور

قطب مدراس
زہر دو جانبش قعرِ جحیم است ... میانہ رہ صراطِ مستقیم است
نہ بندہ خدا ہوا۔ سہ

موخر الذکر کتاب رسالۂ دلیلِ محکم میں حضرت قربیؒ نے قربِ نوافل کی انہام و تفہیم یوں فرمائی ہے کہ جب بندے کے صفات فنا ہو جاتے ہیں تو حق کے صفات کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں اور ان صفات کو بقائے دوام حاصل ہو جاتی ہے۔ سید فضل اللہ مرحوم نے لکھا ہے کہ اس عمل کو صوفیوں کی اصطلاح میں قربِ نوافل و نور و عارف الوجود و منزلِ لاہوت وغیرہ کہتے ہیں۔ قربیؒ کے ہاں فنا و بقا سے مراد صوفیوں کے پاس گمان اور جہل کا دُور کرنا ہے۔ علم اور معرفت حاصل کرنا ہے۔ حضرت قربیؒ نے تصوّف کی یہ تعلیمات حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ ہی سے حاصل کی ہیں۔ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی تعلیمات کے تعلق سے پروفیسر سید فضل اللہ مرحوم "دیوانِ قربی" میں رقمطراز ہیں کہ "یہ بزرگ بیجاپور سے نگرا اور پھر آرکاٹ پہنچے۔ یہ علوم ظاہری و معنوی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ بدعات کو دور کرنا اور علومِ شریعت و سنت کو فروغ دینا ان کا کام تھا۔" قربِ نوافل کی انہام و تفہیم اور وضاحت کے ساتھ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ ہی کے سلسلے کے ایک عظیم ترین بزرگ یعنی راقم الحروف کے مرشدِ کامل قطبِ دو عالم حضرت حبیب اللہ شاہ چشتی قادری نقشبندی سہروردیؒ نے اپنے ایک مکتوبِ گرامی میں کی ہے جو اپنے ایک قابل ترین مرید حضرت علامہ شاکر نائطیؒ کے نام مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۵۳ء کو لکھا گیا تھا۔ موصوف نے لکھا ہے کہ جب انسان اپنی اصل کی طرف متوجہ ہو کر مجاہدہ کرتا ہے تو اس میں دو قسم کے کمال پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل قربِ نوافل دوّم قربِ فرائض۔ صفاتِ بشریہ زایل ہو جانے کا نام قربِ نوافل ہے۔ ایسی حالت میں جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلا وہ حدیثِ قدسی کہی جاتی ہے اور جب بندہ کی ذات حق کی ذات

میں فنا ہوئی اور اوصافِ الٰہیہ حاصل ہوئے یہ قربِ فرائض ہے۔ ایسے موقعوں میں جو کچھ حضور اکرمؐ نے فرمایا وہ قرآن شریف ہے۔ اور اوصافِ بشریہ بحال رہتے ہوئے جو کچھ حضورؐ نے فرمایا وہ حدیث ہے۔ پس حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہوئیں (چہرۂ سہ گانہ) ایک صورتِ بشری، دوسری صورتِ ملکی اور تیسری صورت حقی۔ حالت بشری یا صورتِ بشری سے حدیث، صورت ملکی سے حدیثِ قدسی اور صورتِ حقی سے دلیل۔ یہ باتیں عوام کی سمجھ میں آنا ایک مشکل امر ہے۔

۲۸؎ یعنی مفتح الکل دکنی اردو میں ہے جس کا موضوع علمِ تصوف ہے۔ اس منظوم تصنیف میں حمد، نعت، مناجات اور منقبت بھی شامل ہیں اور ایک طویل قصیدہ بھی دستگیر صاحب قبلہؒ کے شیخ حضرت شاہ ناصر الدین قادریؒ کی مدح میں درج ہے اس کے علاوہ چند متصوفانہ غزلیں بھی شامل ہیں۔ مذکورہ تصنیف کی تفصیل بھی منظوم پیرایہ میں موجود ہے۔ جس کے پانچ ابواب ہیں اور ہر ایک باب پانچ فصلوں میں منقسم ہے۔ اس شعری تصنیف کے نثری حصّے میں موصوف نے علم کی پانچ اقسام یعنی شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور وحدت کا ذکر فرمایا ہے۔ موصوف ایک جگہ اس تعلق سے یوں اظہار فرماتے ہیں کہ ؎

شریعت، طریقت حقیقت تمام شکل معرفت ہور وحدت تمام

مذکورہ شعری تصنیف "مفتح الکل" اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد دکن میں بھی محفوظ ہے۔ اس کتاب کا نام ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال کی کتاب "مدراس میں اردو ادب کی نشو و نما" میں "مفتح الکل ہی درج ہے مگر افضل العلماء پروفیسر مولانا محمد یوسف کوکن عمری مدظلہ نے اس کتاب کا نام اپنی تاریخ میں "مفتاح الکل لکھا ہے" "اردو کے قدیم کے مصنف حضرت شمس اللہ قادری ویلوری ثم حیدر آبادی (مرحوم) نے حضرت

دستگیر صاحب (شیخ محمد مخدومؒ) کی ایک کتاب "مفتاح التوحید" کا ذکر فرمایا ہے مگر یہ کتاب دراصل شیخ محمد گجراتی کی "خوب ترنگ" کی مشکل ابیات کی شرح ہے۔ البتہ توحید کے سلسلے میں دستگیر صاحب قبلہؒ کی ایک کتاب "میزان التوحید" (PP 162 X 15) ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

حضرت دستگیر صاحبؒ کی درگاہ حضرت دستگیر صاحب قبلہ کی جملہ ایک سو کتابیں جو دیوان صاحب باغ مدراس کے کتب خانہ میں اور تملناڈو کے دیگر کتب خانوں میں مخطوطات اور بوسیدہ کتابوں کی شکل میں محفوظ ہیں انھیں از سر نو شائع کرنے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ایک مدت تک حضرت دستگیر صاحب کی درگاہِ شریف سے متّصل قبرستان کی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی۔ مختلف لوگوں نے اس قبرستان میں متعدد گھر بسا لئے تھے اور اس مقدس جگہ کو ناجائز دھندوں کے لئے استعمال کیا جا رہا تھا۔ درگاہ اور قبرستان کے تحفظ کے لئے اس کے اطراف ایک پختہ دیوار بنانے کے لئے تقریباً بیس سال پہلے چیف پائلٹ انسٹرکٹر جناب ایم۔ آئی۔ خان صاحب مرحوم کی کوششوں سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس میں میرا نام بھی شامل تھا۔ اس کمیٹی کے زیرِ اہتمام ایک کل ہند مشاعرہ کا انعقاد عمل میں آیا تھا جس میں جنوب و شمال کے مستند جلیل القدر اساتذۂ سخن نے شرکت کی تھی اور اس مشاعرہ کی آمدنی سے تقریباً پچاس ساٹھ ہزار روپیوں کی رقم سے قبرستان کے اطراف مضبوط کامپونڈ تیار کیا گیا جو آج تک موجود ہے مگر اس وقت قبرستان میں بسے ہوئے بُرے لوگوں کو نکالنے اور ان کے گھروں کو مسمار کرنے کی جسارت کسی سے نہ ہو سکی۔ بالآخر دو سال پہلے مدراس کے چند ہمدرد نوجوانوں کی مساعیٔ جمیلہ سے جناب امیر بھائی

(مالک یادگار ہوٹل) کی، درگاہ کی سرپرستی میں دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں روپے کا ایک ڈھیر اس غرض و غایت سے جمع ہو گیا کہ قبرستان کے اندر کی نجاست اور غلاظت کو دور کیا جائے اور ناجائز طور پر بسائے ہوئے گھروں کو مسمار کر کے انھیں دوسری جگہ بسایا جائے۔ چنانچہ اس مبارک خدمت پر چند لوگ یوں متحد ہوئے کہ چند ہی مہینوں میں تمام گھروں کو مسمار کر دیا گیا اور قبرستان کو پاک صاف کر کے اسے رشکِ ارم بنا دیا گیا اور آج قبرستان کا ماحول نہایت ہی خوشگوار ہے۔

اور درگاہ سے ملحق مسجد بھی آباد ہے جہاں کثیر تعداد میں لوگ پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ حضرت قبلہ کی درگاہ پر ہزاروں کی تعداد میں زیارت کے لئے لوگ بلا تفریقِ مذہب و ملت جمع ہوتے رہتے ہیں۔ درگاہ کے احاطہ میں عربی تعلیم کا خاصہ انتظام ہے اور غریب مسلمانوں کی تجہیز و تکفین کے لئے مفت انتظام کے علاوہ لاوارث میتوں کو نہلانے کے لئے ایک غسل خانہ بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ سالانہ دستگیر صاحب قبلہ کا عرسِ شریف بھی شاندار پیمانے پر منعقد ہوتا رہتا ہے۔ مذکورہ درگاہ اور قبرستان کی بحالی کی طرح اگر حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی جملہ کتابوں کو از سرِ نو شائع کرنے کے لئے اور موصوف کی حیات اور تعلیمات پر ایک ضخیم کتاب کسی موزوں دانشور سے لکھوا کر طبع کرانے کے لئے ایک فعّال کمیٹی تشکیل پا جائے تو بہت بڑی علمی ادبی اور دینی خدمت سر انجام ہوگی۔

حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی پردہ پوشی اور درگاہ کی تعمیر: حضرت مخدوم عبدالحق ساوی قادری الموسوم بہ دستگیر صاحب قبلہؒ کا انتقال حیدرآباد دکن میں ۳ رجب ۱۱۶۵ھ = 1752ء اپریل میں ہوا۔ حضرت عبدالجبار ملکاپوری حضرت افضل العلماء پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری اور جناب ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال

وغیرہم نے اپنی اپنی تاریخی کتابوں میں لکھا ہے کہ دستگیر صاحب قبلہ کی میت کو چھ مہینے تک حیدر آباد کے حضرت رحمت اللہ خانؒ کے مقبرہ میں امانتاً ایک صندوق میں رکھا گیا۔ اور پھر امیر الہند نواب محمد علی والاجاہ کی کوششوں سے میلاپور (مدراس) کے قبرستان میں منتقل کیا گیا اور وہیں حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی تدفین عمل میں آئی اور آج یہ مقدس جگہ درگاہِ دستگیر صاحب سادیؒ کے نام سے زیارتگاہِ عالم بنی ہوئی ہے۔ ادھونی کے مولانا بشیر الحق قریشی استاذ مدرسۂ لطیفیہ حضرت مکان ویلور نے اپنے مضمون "اولیائے کرام اور اُردو" (مطبوعہ سالنامہ اللطیف ۱۹۸۲ء) میں لکھا ہے کہ "دراصل یہ صوفیائے کرام ہی کا صدقہ ہے کہ اہلِ علم جو اُردو کے ساتھ عدمِ التفات اور سرد مہری کا ثبوت دے رہے تھے، ان ہی بزرگوں کی دیکھا دیکھی .... اس زبان کی جانب مائل ہوتے چلے اور اپنی گرانقدر علمی تصانیف کا ذخیرہ اس میں منتقل کرنا شروع کیا اس طرح عوام کے ساتھ خواص بھی رفتہ رفتہ اردو کے قافلے سے منسلک ہوتے چلے گئے"۔ جنوب میں اردو زبان و ادب کو فروغ دینے والے بزرگوں میں حضرت دستگیر صاحبؒ قبلہ کا نام بھی تاریخ اُردو میں سرِ فہرست ہے۔

امیر الہند نواب محمد علی خاں المتخلص بہ والاجاہ مدراسی[1] (مرید حضرت ظاہر الدین

---

[1] نواب محمد علی والاجاہ کا دورِ حکومت تمل ناڈو کی تاریخ میں ایک زرّین باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ موصوف نے اپنے دورِ حکومت میں متعدد مساجد، اولیاء اللہ کے مزارات پر گنبد اور مسافر خانے بنائے اس کے علاوہ چیپاک مدراس میں مسجد انوری، ٹربلیکین میں مسجد والاجاہی۔ متیال پیٹھ میں مسجدِ معمور موصوف کی لازوال یادگاریں ہیں۔ موصوف نے مسجد الحرام اور روضۂ مطہرہ میں بلوری قنادیل آویزاں کروائیں اور مکہ و مدینہ میں حاجیوں کے قیام کے لئے رباطیں بھی تعمیر کروائیں۔

محمد قدس سرہٗ) متوفی ۱۲۱۰ھ؁ 1795ء نے بڑی عقیدت و محبت سے حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کے مزارِ اقدس پر ایک عالی شان گنبد ۱۲۰۴ھ؁ 1789ء میں تعمیر کروایا۔
مندرجہٗ ذیل تاریخ سے حضرت قبلہؒ کے گنبد کے سنِ تعمیر کا پتہ چلتا ہے ؎

قطعہٗ تاریخ تعمیرِ گنبد شریف:

ساخت ایں گنبدِ فلک اشباہ — حاتمِ ہند امیرِ والاجاہ !
شاہ محمود بانیش گردید — ابنِ مخدوم صاحبِ درگاہ
ہاتفِ غیب گفت تاریخش — قبّۂ عرش منزلت ناگاہ
۱۲۰۴ھ (سالِ تاریخ تعمیرِ گنبد)

*

قطعہٗ تاریخ رحلت و تدفین: ملک الشعراء، محقق و نقاد، شاعر و ادیب حضرت مولانا باقر آگاہ ویلوری (متوفی ۱۲۲۰ھ؁ 1805ء) نے دستگیر صاحب قبلہؒ کی رحلت پر مندرجہٗ ذیل قطعہٗ تاریخ کہا تھا۔ ذیل میں رحلت کی تاریخ ۱۱۶۵ھ؁ 1751ء اور تدفین کی تاریخ ۱۱۶۶ھ؁ 1752ء نکلتی ہے۔ ع عمدۂ اہلِ حقائق رفتہ آہ
1165ھ (سالِ رحلت)

قطعہٗ تاریخ تدفین:

عبدِ حق مخدوم اہلِ معرفت — آنکہ بودش نورِ مطلق در نگاہ
در بیانِ کُلُّ شَیءٍ فی کُلِّ شَیءٍ — کوہ را سنجیدہ در میزانِ کاہ
گر خیالِ رفعتش آرد بہ دل — سرِ بعلیین کشد پا بندِ جاہ
ہر کہ بینا گشت از ارشادِ او — دید در ہر ذرہ صد خورشید جاہ
چوں زخود بگذشتہ شد باقی بہ حق — تا ابد سویش فنا را نیست راہ
خامہ تاریخِ وفاتش زد قلم — امجدِ اہلِ معارف رفتہ آہ
۱۱۶۶ھ (سالِ تدفین)

*

شاہِ مخدوم دستگیرِ زماں — سالِ فوتش بیادِ محمود است
قطبِ عالی مقام نزدِ اللہ — نورِ رضوانِ حق حسابش خواہ
۱۱۶۵ھ

قطبِ مدراس وگیان بھنڈاری : حضرت محمد نجیبؒ اور حضرت قربی ویلوریؒ نے مندرجۂ ذیل اشعار میں حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کو قطب کے القاب سے یاد فرمایا ہے۔ ؎ شہنشاہِ دوران و قطبِ مدار برادرنگِ معنی شہِ کامگار (محمد نجیبؒ)

حضرت قربی ویلوریؒ کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

در جہانِ قطبِ حق محبوبِ حق شد پیر ما خادماں را نیز در محبوبیت او رہبر است

حضرت قربی ویلوری کے مندرجۂ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں جو قصائدِ جواہر الاسرار میں دستگیر صاحب قبلہؒ کی مدح میں شامل ہیں۔ ؎

قربی بتو قرباں شد از کفر مسلماں شد ہم جسم شد و جاں شد مخدوم ز تو مستم

آثارِ نبی داری انوارِ نبی داری گفتارِ نبی داری مخدوم ز تو مستم

؎ شیخ اندر قومِ خود ہمچوں نبی در امّت است پیرِ ما الحمد للہ انبیا را ہمسر است

متذکرۂ بالا اشعار کے مصداق ٹمل ناڈو کے موجودہ صوفی شعراء اگر اپنے شیوخ کی شان میں کوئی قصیدہ لکھدیں تو علمائے ظاہر کفر کا فتویٰ لے آئیں گے۔

ہندو مت کے عظیم دانشوروں نے حضرت دستگیر صاحب کو گیان بھنڈاری کے لقب سے نوازا۔

حضرت دستگیر صاحب قبلہ کے مریدین : ٹمل ناڈو میں مسلمانوں کی کثیر تعداد کے علاوہ ان گنت برہمنوں، پنڈتوں اور رشیوں نے بھی حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کو اپنی آنکھوں پر بٹھایا۔ شمال و جنوب کے جیّد علمائے کرام اور دانشوروں نے موصوف کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ موصوف کے نزدیک بیعت کے ذریعہ تبلیغ اسلام کرنے اور کثرت سے مرید بنانے کا واحد نصب العین بس یہی تھا کہ گمراہ مخلوق کو راہِ راست پر لاکر صحیح معنوں میں شریعت کا تابع بنادیں تاکہ وہ اپنی عاقبت کو سنوارنے کے علاوہ دوسروں کو بھی اسلام کی صحیح اسپرٹ سے واقف کراسکیں۔ لاتعداد تشنگانِ علومِ

Scanned with CamScanner

معرفت و شریعت نے حسبِ استطاعت موصوف سے اکتسابِ نور کیا۔ دستگیر صاحب قبلہؒ کے اکثر خلفاء کو عرفانِ کامل حاصل تھا۔ موصوف کے خاص مریدوں میں شیخ فخر الدین مہکری نائطی بیخود مدراسیؒ متوفی ۱۱۴۳ھ مطابق 1735ء اور حضرت رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قربی دیلوریؒ متوفی ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۸ء قابلِ ذکر ہیں۔ مولوی فاضل منشی فاضل حافظ محمد زکریا ادیب خاور متوفی ۱۹۷۹ء نے "خانوادۂ اقطابِ ویلور" میں لکھا ہے کہ یوں تو حضرت قربیؒ کو اپنے والدِ ماجد حضرت سید شاہ عبداللطیف نقوی قادری بیجاپوریؒ سے بیعت و خلافت حاصل تھی مگر آپ کے استاد مولوی شیخ فخر الدین مہکری نائطی بیخود نے جب آپ کو بحرِ عرفان کا غواص پایا تو اپنے پیر و مرشد (حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ) سے آپ کی ملاقات کرا دی پھر اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ تصوّف کے مختلف پہلوؤں پر بحثیں ہوتی رہیں۔ حضرت قربیؒ کو جب اس بات کا یقین ہو چلا کہ حضرت شاہِ اولیاء محمد مخدوم عبدالحق ساوی ایک قابلِ تصرّف بزرگ ہیں تو قربی نے مزید سلاسل کے لئے ۱۱۴۷ھ 1831ء میں موصوف کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی اور آنحضرتؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت سے بھی نوازا چنانچہ اس بات کی تصدیق حضرت قربیؒ کے اس خلافت نامہ سے ہوتی ہے جو حضرت ذوقیؒ کو دیا گیا جس کا ذکر حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری (ثانی) ذوقی دیلوریؒ نے "انشائے لطف الٰہی" میں کیا ہے۔ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ نے حضرت قربیؒ کے باطن میں صرف خدا طلبی کا جذبۂ صادق پایا لہٰذا ان پر فیضانِ خاص جاری تھا چنانچہ ملک الشعراء حضرت باقر آگاہ دیلوری نے "تحفۂ احسن" میں بزبان فارسی اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا اردو ترجمہ ذیل میں پیشِ خدمت ہے۔ یہ ترجمہ محمد طیب الدین اشرفی صاحب کا کیا ہوا ہے جو

Scanned with CamScanner

"انوار اقطابِ ویلور" میں درج ہے ـــــ "حضرت مخدوم ساویؒ کی ہمارے حضرت (یعنی قربیؒ) پر خاص عنایت تھی جس کا ایک ذرہ بھی تحریر کے گھیرے میں نہیں آسکتا ہے اور اکثر اوقات اپنے دوسرے مریدوں سے ہمارے حضرت (یعنی قربیؒ) کی بہت زیادہ تعریف کرتے ہوئے فرماتے کہ "میاں صاحب کے اندر صرف طلبِ حق ہے اور اس کے علاوہ کوئی مطلب و مقصد نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے اندر درویشی کا دکھاوا بالکل نہیں پایا جاتا۔ ہر طالب کو انھیں کا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے"۔ حضرت قربیؒ نے شیخ مخدوم ساویؒ کی صحبت میں رہ کر جملہ منازلِ سلوک طے فرمائے۔ اس سلسلے میں حضرت ذوقی نے "عقائدِ ذوقی" میں حضرت قربی کی علمی حالتوں پر یوں اظہارِ رائے فرمایا ہے کہ حضرت مخدوم ساوی (دستگیر صاحب قبلہؒ) کے جملہ خلفاء و مریدین میں سب سے زیادہ اسرارِ الٰہی کا گنجینہ آپ ہی نے پایا اور حضرت دستگیر صاحب نے سارے سلسلوں میں خلافت و اجازت بخشی۔

خواب میں درس و تدریس کا سلسلہ: حضرت قربیؒ نے جمادی الآخر ۱۱۸۰ھ 1768 میں جب نواب سعد اللہ خان بہادر کے دولت کدہ واقع میلا پور، مدراس میں قیام فرمایا تو خواب میں اپنے شیخ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ سے یونانی میڈیسن میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ اس خواب کا تذکرہ افضل العلماء پروفیسر محمد یوسف کوکن صاحب عمری نے اپنی کتاب عربک اینڈ پرشین اِن کرناٹک میں بطور خاص کیا ہے۔

اس کے علاوہ پروفیسر سید محمد فضل اللہ صاحب مرحوم متوفی ۱۹۷۲ء (سابق صدر شعبۂ اردو فارسی عربی ایس وی یونیورسٹی تروپتی) نے اپنی کتاب "دیوانِ قربیؒ" مطبوعہ ۱۹۶۴ء میں لکھا ہے کہ حضرت قربیؒ نے اپنی ایک عارفانہ تصنیف "رسالۂ خلاصۃ العرفان" میں اس خواب کا ذکر فرمایا ہے اور خود اس کی تعبیر بھی بیان کی ہے۔ پروفیسر کوکن صاحب نے اپنی متذکرۂ بالا کتاب میں اس خواب کی تعبیر بیان کی ہے ـــــ حضرت شیخ فخر الدین مھکری نائطی بھٹکلی نے اپنے شیخ حضرت دستگیر صاحب کی مدح میں کئی قصیدے لکھے ہیں۔ ذیل میں موصوف کے ایک شعر سے ان کی عقیدت کا اندازہ ہوسکتا ہے

ہوائے کعبۂ دلہاست در ضمیر مرا
بغیر فضلِ تو کس نیست دستگیر مرا

تمل ناڈو میں اسلام کا تحفظ دستگیر صاحب قبلہؒ کی وجہ سے

ماہر لسانیات حضرت سخاوت مرزا قادری حیدرآبادی نے حکیم محمود بخاری کی کتاب "شہ میری اولیاء" مطبوعہ ۱۹۵۸ء پر مقدمہ لکھتے ہوئے ایک جگہ یوں اظہار خیال فرمایا ہے کہ "الغرض کرڑپے کا یہ شہ میری خاندان بڑا ممتاز خاندان ہے۔ اس نے علم و فضل اور تصوف کی بڑی خدمت کی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ شاہ برہان بیجاپوریؒ، مولانا قربیؒ کے سلسلے کے ان دکھنی مشائخین مخدوم عبدالحق ساوی گیان بھنڈاری المتوفی ۱۱۶۵ھ شاہ عبداللطیف قطبِ ویلورؒ اور سید محمد حسینی شاہ میرؒ اور جامئ دکن شاہ کمالؒ نے تصوفِ اسلام کی صحیح ترجمانی کی ہے جبکہ مدراس میں شرک و الحاد کی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی اور بہ مقابلہ ویدانت و تثلیث افلاطونیت اور بڑے بڑے مغربی فلاسفر اسپی نوزا، ہیگل، نٹشے وغیرہ جن کا نظریہ وحدۃ الوجود یہ ہے کہ جو کچھ ہے خدا ہے گویا عینیتِ لغوی اور غیریتِ اعتباری کے قائل ہیں جس میں ارسال رسل و کتب اور جزا و سزا سب باطل ہو جاتے ہیں۔ اپنا صحیح نظریہ وحدۃ الوجودِ اسلامی پیش کیا ہے بلکہ اسلامی محققین کی آب و موج و آب و یخ وغیرہ کی مثالوں کے متعلق ظاہر کیا ہے کہ یہ مثالیں ناقص ہیں اور مخدوم ساویؒ نے تو اس پر ایک کتاب "غایۃ التمثیل" بھی اپنے قیامِ ملکِ جادہ کے زمانے میں لکھی ہے"۔

حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ ہی کی برکت سے کرناٹک میں اسلام کا تحفظ ہوا۔ حضرت قبلہؒ کے مرید قربیؒ ویلوری نے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے کہ ـــــ "اگر قدوۃ المحققین زبدۃ العارفین شیخ مخدوم القادریؒ قدس سرہٗ دریں ملک تشریف نیاوردے اکثر مردمانِ اینجا درگرداب روافض افتادندے"

جناب طبیب الدین اشرفی "انوارِ اقطابِ ویلور" مطبوعہ ۱۹۲۲ء میں رقمطراز ہیں کہ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی پیہم کوششوں کا نتیجہ تھا کہ کرناٹک کے اندر رفض کا بڑھتا ہوا سیلاب رُکا جنھوں نے شریعتِ مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت فرماکر خلقِ خدا کی بہت بڑی آبادی کو اس تباہ کن گرداب سے بچایا۔

حضرت دستگیر صاحب قبلہ کی تعلیمات : حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی جملہ تصانیف کا گہرا مطالعہ جب تک نہ ہو ان کی مجموعی تعلیمات پر روشنی ڈالنا مشکل ہے۔ حضرت قربیؒ نے حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی چند ہدایات رسالۂ لب السلوک میں پیش کی ہیں۔ پروفیسر سید فضل اللہ صاحب نے ان پند و نصائح کو اپنی کتاب "دیوانِ قربیؒ" میں درج کیا ہے۔ جن میں سے چند اہم ہدایتوں کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ قربی کی بیشتر کتابوں میں جو اہم باتیں ہیں وہ دستگیر صاحب قبلہؒ ہی کے فیضان کا نتیجہ ہیں۔ (۱) اپنے آپ کو خوار و حقیر سمجھے کسی پر فوقیت نہ جتائے، ہر شخص کو خود سے بہتر سمجھے۔ (۲) اپنے عیب میں اس طرح مشغول رہے کہ مسلمانان دیندار کے عیوب پر اس کی نگاہ نہ پڑے۔ (۳) راستی در کار و درستی در گفتار (۴) سخنِ حق کا تابع ہو۔ اگر کوئی سچ بات کہے تو اس کا احسان ماننا چاہیئے۔ رنجش اور دلگیری سے حذر کریں کہ یہ خاصیت ناانصاف لوگوں کی ہے۔ (۵) دوست کی ایسی مدح نہ کی جائے کہ اس سے نقصان ہو ع نفس از بس مدحہا فرعون شد (۶) خاموشی کو بہر حال اپنے لئے لازم رکھے۔ مرشد سے نعمتِ اذکار و اشغال پاکر دل کی زبان سے مشغولِ یادِ حق رہے۔ یہاں تک کہ مقرب بساط قرب ہو جائے اس مقام سے ہی وصالِ الٰہی ہوتا ہے۔ (۷) علم و عقائد و فقہ موافق ضرورت چاہیئے قول و فعل میں تابع نقل رہے اور عقل کو چھوڑے کیونکہ اکثر فرق ضالہ عقل کی

تبعیت سے گمراہ ہوئے ہیں۔ نقل سے مراد جو کچھ اپنے مجتہد نے اصول و فروع مقرر کئے ہیں۔ طالب کو ان پر عمل پیرا ہونا چاہئے ان سے باہر نہ ہونا چاہئے۔ بس اسی میں راہِ نجاتِ دارین ہے۔ (۸) حتی المقدور امر معروف و نہی منکر کرے کہ اس عمل سے بڑے فائدے متصوّر ہیں اس کام کے کرنے والے کا احادیث میں مفتاح الخیر نام ہے۔ (۹) رنجش اور دلگیری سے حذر کریں کہ یہ خاصیت نا انصاف لوگوں کی ہے۔ (۱۰) مرشدِ کامل کی محبت و خدمت سرمایۂ سعادت دوجہانی ہے، ایک ساعت ان کے ساتھ رہنا طاعتِ ہزار سالہ سے بہتر ہے۔ (۱۱) منشا غیریتِ حقیقی ایمانِ اوّل است و منشاء عینیتِ حقیقی ایمانِ ثانی و جمع ہر دو کمالِ دین است ...... وغیرہم

حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی تعلیمات کا تحفظ: حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کے مریدوں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ رشد و ہدایت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف میں صرف کیا۔ حضرت قربیؒ نے اپنے شیخِ کامل کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ۱۱۷۹ھ 1766ء میں ایک خانقاہ ویلور میں بنوائی جو آج بھی حضرت مکان کے نام سے مشہور ہے۔ موصوف کی تعلیمات کا تحفظ ٹمل ناڈو میں ہر دور میں ہوا ہے اور اب بھی ان کی تعلیمات کی لو برابر اونچی ہے۔ منارگڈی کے شیخِ کامل و عارفِ واصل، طریقت پناہ، معرفت دستگاہ حقیقت آگاہ حضرت خواجہ حبیب اللہ شاہ چشتی قادری نقشبندی سہروردی خلیفۂ سلاسلِ اربعین نائبِ سید المرسلین قدس سرہٗ (متوفی ۱۹۷۱ء) کے وسیلے سے ٹملناڈو میں انھیں کے خاص الخاص مریدین میں لسان الشعر، مفکر و دانشور، نقاد و شاعر حضرت علامہ غضنفر حسین شاکر نائطی سابق پرنسپال جامعۂ دارالسلام عمرآباد و مدیرِ "مصحف" (متوفی ۱۹۶۷ء)، کے بعد، عظیم صوفی، نقاد و شاعر حضرت مولانا اسمٰعیل رفیعی

سنوسی شاذلی مدظلہٗ اور مولانا سالک نائطی تصوف کی تعلیمات کو فروغ دینے میں مصروف ہیں۔ راقم الحروف بھی حضرت خواجہ حبیب اللہ شاہ قدس سرہٗ کا ایک ناکارہ مرید و حضرت شمس العلماء مولانا شاہ غلام احمد کلیمیؒ مدظلہ العالی ودام فیضہ المتعالی حیدرآبادی کا طالب ہے۔ یہاں کے چند اہم ترین صوفی شعراء کا سلسلۂ روحانی بھی حضرت دستگیر صاحب قبلہ سے جا ملتا ہے۔ مدراس میں افضل العلماء حافظ قاری پروفیسر محمد عبدالرحمن صاحب چشتی قادری مرید حضرت مولانا شاہ غلام احمد کلیمیؒ مدظلہٗ اور دیگر خواجہ تاش ان دنوں مدراس میں چشتی اور قادری تعلیمات کو فروغ دینے میں منہمک ہیں۔

ازواج و اولاد : حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی پہلی شادی اپنے پہلے مرشدِ حضرت ناصرالدین شاہ قادریؒ کی دختر بلند اختر سے ہوئی تھی۔ موصوف نے اپنے ہی دوسرے پیرِ کامل حضرت خواجہ رحمت اللہؒ نائبِ رسول اللہؐ کی دختر حلیمہ خاتون سے دوسرا نکاح کیا اور پھر نکاح سوّم حاجی حرمت النساء بیگم سے کیا جن کا انتقال ۲ ر ذی القعدہ ۱۲۱۳ھ/1798ء میں ہوا۔ تینوں ازواجِ مطہرات سے ۶ چھ صاحبزادیاں اور ۱۳ تیرہ صاحبزادے ہوئے۔ صاحبزادوں میں (۱) بابا صاحب ساوی (۲) حنیف صاحب ساوی (۳) محی الدین صاحب ساوی (۴) غلام احمد صاحب ساوی (۵) ابوبکر صاحب ساوی (۶) عربی صاحب ساوی (۷) ناصرالدین صاحب ساوی (۸) حسین صاحب ساوی (۹) میراں صاحب ساوی (۱۰) برہان صاحب ساوی (۱۱) احمد صاحب ساوی (جن کا انتقال ۲ ر جمادی الثانی ۱۲۱۹ھ/1804ء کو ہوا) (۱۲) غلام محمود صاحب ساوی (جن کا انتقال ۲۳ ر رمضان ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء کو ہوا) (۱۳) عبدالنبی ساوی الموسوم بہ محمد اسداللہ صاحب

ساوی (جن کا انتقال ۳ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ 1822ء کو ہوا۔ صاحبزادیوں میں (۱) مریم بی صاحبہ (۲) شہر بانو صاحبہ (۳) فاطمہ صاحبہ (۴) عائشہ صاحبہ (۵) فاطمہ صاحبہ (۶) من صاحبہ۔

متذکرۂ بالا فرزندوں میں حضرت شاہ غلام احمد ساویؒ اپنے والد کی طرح ایک بلند پایہ صوفی، شاعر اور محسنِ انسانیت تھے۔ موصوف کی تاریخ ولادت ۱۱۵۱ھ 1738ء ہے اور تاریخِ وفات ۱۲۱۷ھ 1802ء ہے۔ موصوف نے شروع میں اپنا تخلّص "وحدت" اختیار کیا اور بعد میں اسے حق سے تبدیل کر دیا اور پھر اپنی ایک تصنیف "الصحیفۃ المرسلۃ" میں اپنا تخلّص خورشید بھی برتا ہے۔ موصوف کی تصنیفات میں اس کتاب کے علاوہ درک الادراک بھی مشہور ہے جس کی تصنیف ۱۱۷۹ھ 1765ء میں ہوی تھی۔ اس معرکۃ الآرا تصنیف میں موصوف نے اپنے والد حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کی ایجاد کردہ چند متصوفانہ جدید اصطلاحات پر کیے گئے اعتراضات کے مدلّل جوابات دیے ہیں۔ موصوف کی اوّل الذکر کتاب ۱۱۷۳ھ 1759ء میں تصنیف ہوی تھی جو اپنے بھائی جناب ناصرالدین ساویؒ کے ایک خط کے جواب پر مشتمل ہے۔ حضرت شاہ غلام احمد ساویؒ نے اپنے والد کے علاوہ حضرت میر عبدالعلی عزلت سورتی حیدرآبادی سے بھی تعلیم حاصل کی تھی۔

حضرت محی الدین ساویؒ بھی اپنے بھائی حضرت غلام احمد ساویؒ کی طرح کئی کتابوں کے مصنف گزرے ہیں۔ موصوف زبان وادب کے مسلّم الثبوت انشا پرداز اور شاعر و نقاد تھے۔ موصوف کی تصنیفات میں (۱) منہاج المحققین (۲) سوال وجواب (۳) رسالۂ استغنا، (۴) مفتاح الغیوب کا ذکر مولانا محمد یوسف کوکن عمری نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ کے جانشین

کی حیثیت سے حضرت غلام محمود ساویؒ نے تصوف کی تعلیمات میں بڑی حد تک اپنے والدِ محترم کا حق ادا فرمایا۔ موصوف کے وصال کے بعد حضرت محمد عبدالنبی الموسوم بہ اسداللہ صاحب ساویؒ نے اپنے والد اور بھائی کے مبارک نقشِ قدم پر چل کر روحانی تعلیمات کی جڑوں کو مضبوط کیا اور بعد میں ان کے فرزند حضرت شیخ محمد عثمان ساویؒ نے اپنے دادا اور والد کے نام کو میدانِ تصوف میں اور روشن کیا۔ حضرت محمد عثمان ساویؒ کا وصال ادوگیر نلور (آندھرا پردیش) میں ۱۴ ذی القعدہ ۱۲۹۲ھ / 1875ء میں ہوا۔

عرضِ حال : تعلیماتِ دستگیر صاحب قبلہ ساویؒ کے تعلق سے اس کتابچے میں تفصیل کی جو کمی رہ گئی ہے اس کا ازالہ انشاءاللہ دوسرے ایڈیشن میں ہوگا۔ ۳۲ صفحات پر پھیلا ہوا یہ مختصر کتابچہ راقم الحروف کی ایک معمولی اور حقیر کوشش کا نتیجہ ہے۔ جب تک تمل ناڈو کے جملہ اولیائے کرام کی جملہ روحانی تعلیمات پر مشتمل ایک مبسوط کتاب لکھی نہ جائے ان عظیم بزرگوں کی مؤثر ہدایات و روحانی تعلیمات سے ہم واقف نہیں ہو سکتے۔ حضرت تمیم انصاریؒ (مدفونِ کوولم شریف مدراس) حضرت سید موسیٰ شاہ قادری (مدفونِ مونٹ روڈ، مدراس) حضرت عبدالعلی بحر العلوم (مدفونِ مسجدِ والاجاہی مدراس) حضرت سید شاہ حسین محترم چشتی القادریؒ (مدفونِ میلاپور مدراس) اور حضرت سید شاہ حسین محترم چشتی القادری اور حضرت سید مرتضیٰ پاشاہؒ (مدفونِ مسجدِ انوری مدراس) کے علاوہ قطبِ دو عالم حضرت خواجہ حبیب اللہ شاہ چشتی قادری نقشبندی سہروردیؒ، حضرت علامہ غضنفر حسین شاکر نائطیؒ کے علاوہ دیگر بزرگانِ دین اور صوفی شعرائے تمل ناڈو پر الگ الگ کتابیں لکھنے کی سخت ضرورت ہے۔

مجھ جیسے ایک ہیچمداں، گنہگار، عاصی نے حضرت دستگیر صاحب قبلہؒ جیسی عظیم شخصیت کے تعلق سے جو کچھ لکھنے کی جسارت کی ہے اس سے بہتر انداز میں لکھنے والے کئی اور دانشور اور قابل حضرات تمل ناڈو میں موجود ہیں۔ اگر اس کتابچہ میں کسی جگہ سہو یا خطا پائی جائے تو اہلِ باطن اور ناظرین براہِ کرم اصلاح فرما دیں اور مجھ فقیر کو معاف فرما کر میرے حق میں دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

QUTB -E- MADRAS

The Great Sufi
Hazrath
Shaik Makhdoom Abdul Haq Sawi,
Giyan Bhandari

alias

(Hazrath DASTAGEER Saheb)
CHISHTI QADRI

By

KAWISH-BADRI, B. A.
(C.D.C. Anna University, Madras-600 025.)

1983

Azra Printers, 326, Triplicane High Road, Madras-5

Scanned with CamScanner